**ڈاکٹر محمد افضال بٹ**
صدر شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
**ڈاکٹر طاہر عباس طیب**
استاد شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

# قیام پاکستان کے بعد اُردو ادب (فکشن) پر اثرات: ایک جائزہ

**Dr. Muhammad Afzal Butt**
Chairperson Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.
**Dr. Tahir Abbas Tayib**
Assistant Professor Department of Urdu ,GC Women University, Sialkot.

## Effects on Urdu Literature (Fiction) after Creation of Pakistan: An Analysis

Literature is the mirror of life style of any society. In order to analyses the history of any period, it is necessary to study the literature of that particular period. There are many factors involved in the foundation of literature social circumstances, politics, religion and civilization collectively by foundation of a literature. Literature directly belongs to life. Literature deeply reflects life and changing values. Politics is always listed in the significant aspects of every period. Therefore no writer can be exempted from politics, because every living literature is the reflection of social, economic and literary environment. The events of the position of subcontinent left a deep influence on all the literary terms. Particularly Urdu fiction welcomed the effects of position and new social environment and made securing circumstances in different riots the part of the history. In this period the Urdu literary figures, with the help of their writings, shook off the dormant conscience of the humanity. They tied to present, in their creativities.

**Key Words:** *Literature deeply reflects life. Urdu literature (Fiction) after the birth of Pakistani,*

ادب انسانی زندگی کا ایک شعبہ ہے۔ یہ معاشرتی اقدار کی اخلاقی بنیادوں پر آبیاری کرتا ہے۔ادب میں ایک طرف انسانیت کی اعلی اقدار پائی جاتی ہیں تو دوسری طرف تخلیق کار کی ذات کا اظہار بھی ملتا ہے۔یوں قاری اور سامع ادب کے آئینے میں اپنے بطون کو ادیب سمیت تلاش کرتے ہیں کوئی بھی ملک یا معاشرہ ادب کے بغیر فروغ نہیں پا سکتا۔ ادب

کسی شخص کے احساسات و مشاہدات کے اس جمالیاتی اظہار کا نام ہے جو کسی مخصوص ضابطے یا اسلوب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ عموماً ادب اور ادبی رویے سیاست سے متاثر ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات بڑا ادب اپنے اندر براہِ راست سیاست کو متاثر کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ادب اور سیاست دونوں ہی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ایک دوسرے سے تعلق رکھنا اور باہم متاثر ہونا عین ممکن بلکہ لازم ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

> " پہلے ادب اس لیے پڑھایا جاتا تھا کہ معاشرہ ادب کے ذریعے خود کو تلاش کرتا تھا اور فرد ادب کے ذریعے خود کو تخلیق کرنے کا کام لیتا تھا۔---اب تک ادب کا کام شعوری طور سے بھی اور غیر شعوری طور سے بھی یہی رہا ہے کہ وہ زندھی سے خام مواد کو لے کر ایک ایسی دنیا تخلیق کرے جس کے معنی و اقدار ایک طرف ادیب کے اور یجنل تجربے کو دوام بخشیں اور دوسری طرف زندگی میں خیر کا اضافہ کر کے خود زندگی کو تازہ دم کرے۔"(۱)

ادب معاشرے کی تعمیر میں حصہ لیتا ہے اور سماجی، معاشی، فکری، تہذیبی، تمدنی میلانات اور رجحانات پر اثر ڈالتا ہے۔ یہ سماجی مسائل سے نجات دلانے کے لیے مددگار ہوتا ہے۔ اس میں زندگی اور سماج کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ ادب بدلتی اقدار کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ ہر عہد میں سیاست، زندگی کے اہم پہلو میں شمار ہوتی ہے، اس لیے کوئی بھی ادیب، سیاست سے لاتعلق نہیں ہوتا، کیوں کہ ادب اپنے دور کے معاشرتی اور تہذیبی ماحول کا عکاس ہوتا ہے۔

> "ادب کے وسیلے سے مختلف سماجوں اور معاشروں نے اپنے مجموعی اندازِ فکر، مختلف رویوں، اپنی ثقافت اور اپنے شعور کا اظہار کیا ہے ادب کو ہر مہذب معاشرہ نے نہ صرف گہری توجہ کا مستحق ہی نہیں سمجھا بلکہ ادب کے آئینے میں اپنے بطون کو تلاش کیا------اور کسی خاص دور کے اندازِ فکر کی نہایت معتبر شہادت ہوتا ہے ایسی شہادت کہ دوسری تاریخی دستاویزیں اس کی جگہ نہیں لے سکتیں کیونکہ ان دستاویزوں میں انسانی شعور اور لاشعور کی آویزش، فرد اور معاشرہ کی ایسی کشمکشِ عمل اور عمل کا ایسا سلسلہ نہیں ملتا جس سے ادب عبارت ہے۔"(۲)

یوں تو تمام اصنافِ ادب اپنے زمانے کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہیں لیکن نثر میں یہ خصوصیت بہتر انداز میں سامنے آتی ہے۔ نثر کی بھی بہت سی اقسام ہیں میں جنھوں نے اپنی حدود میں رہتے ہوئے ادب کی خدمت کی ہے۔ نثری اصناف میں ایک صنف فکشن نے بہت تھوڑے عرصے میں اپنی شناخت کروائی ہے۔ دیگر عالمی زبانوں کی طرح اردو میں بھی فکشن ہی ایسی واحد صنف نثر کے طور پر سامنے آتا ہے جو اپنے عصر کے مجموعی حالات کو بیان کرتی ہے ،اس لیے کسی عہد کے سماجی رویوں کے تفصیلی مطالعے اور تجزیے کے لیے اس عہد میں لکھی گئی فکشن کا مطالعہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں زیادہ مددگار ہو سکتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے تک اردو ادب میں فکشن کی تنقید کی کمی کی شکایت کی جاتی تھی جو بہت حد تک بجا تھی لیکن پچھلے چند سالوں میں اس سلسلے میں متعدد اچھے کام سامنے آئے ہیں اور یہ کمی بہت حد تک پوری ہوئی

ہے۔ آج جب ہم اردو فکشن پر نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ موجودہ حیثیت ماضی کے مقابلے میں خاصی حوصلہ افزا ہے ۔ اس کے باوجود ابھی کام کی گنجائش موجود ہے۔ اردو ادب (فکشن) پر تقسیم کے اثرات بھی ایسا ہی موضوع ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر اور فکشن سے اپنی دیرینہ دلچسپی کی بنا پر میں میں نے یہ آرٹیکل تحریر کیا ہے اور کوشش کی کہ تحقیقی و تنقیدی ہر دو معیاروں کو پیش نظر رکھا جائے۔

فکشن چوں کہ کسی بھی معاشرے کے مجموعی رویوں کو پیش کرنے کے ساتھ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ معاشرے کی ترقی ،فلاح اور انسانی رویوں کی ترتیب و تہذیب کو بہتر بنانا اور معاشرتی اقدار سے ہم آہنگ کرنے میں ادب کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں اردو ادب میں اب بھی داستان ،ڈراما، ناول اور افسانہ جیسے الفاظ کو عام قاری بڑی آسانی سے ہضم کر لیتا ہے جب کہ فکشن کا لفظ آتے ہی کچھ تذبذب کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ فکشن کا لفظ انگلش سے اردو میں وارد ہوا، چوں کہ اس لفظ کو اردو میں استعمال کرتے زیادہ عرصہ نہیں ہوا اس لیے اس سے مکمل واقفیت ہونا لازم ہے۔ بے شک وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی ادبی اصطلاحات سے ہم پوری طرح آشنا ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی ضروری ہے کہ فکشن کی اصطلاح سے عام پڑھنے والا بھی واقف ہو ۔ فکشن لاطینی (Latin) زبان کا لفظ Fingere سے فکشن ہوتا ہوا انگریزی میں استعمال ہونے لگا۔ بقول ڈاکٹر محمد صادق:

"ا۔ گھڑت، من گھڑت، ایجاد، Fiction۔

۲۔ بنائی ہوئی بات، گھڑا ہوا قصّہ، گھڑی ہوئی بات، بناوٹی بات۔

۳۔ افسانہ، فسانہ، کہانی، قصّہ "(۳)

اس کی مزید وضاحت اور وسیع تر مفہوم کے لیے درج ذیل تحریریں قابلِ غور ہیں۔ شان الحق حقّی کے مطابق:

"ا۔ افسانہ، طبع زاد، خیال، بیان، خیالی بات

۲۔ ادب، خصوصاً ناول خیالی قصوں اور کرداروں پر مبنی حکایت۔

۳۔ کوئی واہمہ جو عام طور پر مقبول ہو، Legal Fiction، قانونی حیلہ Fiction Polite لطیف سخن سازی

۴۔ اختراع، ایجاد، افسانہ طرازی، واہمہ سازی۔"(۴)

اسی طرح ڈاکٹر جمیل جالبی نے فکشن کے بارے یوں اظہار کیا ہے:

"تصوری، خیالی، تخیل زاد (خصوصاً Fiction کو خیالی کہانی) گھڑت، جھوٹ، افسانہ، ناول، مختصر کہانی یا ناولٹ کی صورت میں خیالی واقعات کا نثری اظہار، گھڑنے یا خیال آرائی کا عمل "(۵)

فکشن کے دائرہ کار میں وہ تمام تحریریں آجاتی ہیں جن میں کسی نہ کسی حوالے سے کہانی کا تاثر پایا جاتا ہو۔ اب ہمارا قاری بھی فکشن کے لفظ سے کچھ مانوس ہو چکا ہے۔

"فکشن انگریزی زبان کا لفظ ہی سہی لیکن اسے بے شمار دوسرے انگریزی لفظوں کی طرح اردو کا ہی سمجھنا چاہیے، اوّل اس لیے کہ یہ ایک عرصے سے اردو میں مستعمل ہے دوسرا یوں کہ اس کا مترادف و متبادل نظر نہیں آتا، تیسرا اس واسطے کہ صوتی اعتبار سے خوش آہنگ ہے اور اس کو اپنا لینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی تو جب میں اردو کا افسانوی ادب کہتا ہوں تو میری مراد اردو فکشن سے ہی ہوتی ہے۔"(٦)

درج بالا وضاحت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ داستان، ناول، افسانہ، ناولٹ اور ڈرامے سب ہی افسانوی ادب یا فکشن کی لپیٹ میں آتے ہیں۔

ادیب، چاہے کوئی بھی سیاسی نقطۂ نظر اختیار کرے مگر سیاست سے فرار اختیار نہیں کر سکتا کیوں کہ ہمارا سیاسی مستقبل ہی بہت حد تک ہمارے ادبی وفنی مستقبل کے لیے راہ ہموار کرتا ہے۔ ادب، آزادی کی روح ہے، ادب پر سیاست کے اثرات نہ صرف موجودہ دور میں مرتب ہوئے، بلکہ ادب کی روایت پر نظر دوڑائیں تو سیاست کے محرکات، ادب پر بہت زیادہ واضح طور پر سامنے آتے ہیں۔ اُردو ادب پر سب سے زیادہ تلخ اور شدید اثرات برصغیر کی تقسیم کے فوراً بعد رونما ہوئے، جن میں ہجرت وفسادات کے واقعات نے جگہ پائی۔

"اردو ادب میں تقسیم کے بعد ایک نئے موڑ کا احساس ہوتا ہے اب تک اردو ادب کی تہذیبی روایات بڑی حد تک ایک ملے جلے ورثہ کی ترجمان تھیں لیکن تقسیم کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نئی مملکت کے نئے تقاضوں کو پیش کیا جا سکے۔ ادیبوں کے سامنے نئے مسائل تھے اور ماضی سے کسی حد تک منقطع ہو جانے کے احساس نے انہیں خیالات کے نئے سانچے وضع کرنے پر مائل کیا تھا۔"(٧)

برصغیر کی تقسیم کی نے ادب پر گہرا اثر چھوڑا۔ بالخصوص اردو فکشن نے تقسیم کے اثرات کا اثر قبول کیا اور فسادات میں پیش آنے والے واقعات وحالات کو تاریخ کا حصہ بنا دیا اور ابتدا میں ہی اردو فکشن اپنی اہمیت اور حثیت کو منوانے میں کامیاب ہوگئی۔ اُردو فکشن نگاری کی عمر بہت زیادہ طویل نہیں ہے مگر اپنے ارتقائی دور میں اس نے ان تمام بلندیوں کو چھو لیا جو کسی بھی زبان کے ادب کو اعلی مرتبہ عطا کرتی ہیں۔ اس ضمن میں اردو افسانہ اور اردو ناول دو ایسی اصناف ہیں کو جو مجموعی طور پر فکشن کہلاتی ہیں۔

تقسیم کے بعد کئی نسلوں سے بسنے والے لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑی۔ وہ عجب کشمکش کا شکار ہو چکے تھے۔ ہجرت کے کرب کے ساتھ ساتھ انھیں قتل اور لوٹ مار جیسے سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ عورتوں کی عزتوں کو پامال کیا گیا۔ معصوم بچے بے دردی سے قتل کر دیے گئے بھائی ہی بھائی کا شکار کرنے لگا، جس سے انسان کی اصل حقیقت کا پردہ چاک ہو گیا۔ ان سارے واقعات نے اردو ادب اثرات مرتب کیے اور پھر فکشن نگاروں نے اپنی تحریروں کی بدولت تاریخ کا حصہ بنا دیا۔ اس دور میں فکشن نگاری کو ادبی سطح روشناس کروانے والے ادیبوں کے بارے میں بلراج کومل لکھتی ہیں:

> ١٩٤٧ میں جب ملک کی تقسیم ہوئی اور ہندوستان اور پاکستان آزاد ہوئے۔ راجندر سنگھ بیدی، ممتاز مفتی اور بلونت سنگھ اس سے قبل ہی اردو فکشن میں اپنا نام اور مقام بنا چکے تھے۔ قرۃ العین

حیدر، انتظار حسین، شوکت صدیقی خدیجہ مستور اور قاضی عبدالستار نے بھی ۱۹۴۷ کے آس پاس اپنے ادبی سفر کا آغاز کیا۔ البتہ راجندر سنگھ بیدی، ممتاز مفتی اور بلونت سنگھ نے اپنی مقابلتا طویل فکشن تقسیم ہند کے بعد کے برسوں میں پیش کی۔"[۸]

ایک قلم کار کا ذہن بڑا حساس ہوتا ہے۔ وہ معاشرے کے واقعات کو اپنے قلم سے تاریخ کا حصہ بناتا ہے۔ اس کو ایک نئے اسلوب میں پیش کر کے عام انسانوں کو بھی سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ تخیل یا محاکات کو استعمال میں لا کر قلم کار سماجی روایت، انسانی چال و چلن، آپسی رشتہ، میل ملاپ، لڑائی جھگڑا وغیرہ کی خوب ترجمانی کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہمارے قلم کاروں خاص کر اردو زبان میں لکھنے والوں نے تقسیم ہند کے ایک ایک حادثے کو قلم بند کیا ہے۔ کچھ درد مند دل رکھنے والے اہلِ قلم نے انسانیت پر کیے جانے والے مظالم کو اپنی شاعری، ناولوں ، افسانوں، مضامین، رپورتاژ وغیرہ میں پیش کر کے ان کو تاریخ کا ایک روشن مینار بنایا ہے۔

"آزادی کے بعد حالات بدلے تو اُردو افسانوں نے بھی ایک نیا رنگ اختیار کیا۔۔نئے موضوعات کو افسانوں میں جگہ دی جن میں ہجرت، فسادات، فسادات سے پیدا ہونے والے حالات و مسائل، مہاجرین کی پناہ گیری اور دوبارہ آباد کاری کا انتظام، ان کی درد ناک زندگی کی تصویر کشی، مہاجر کیمپوں کی بدتر حالت کا تذکرہ، عورتوں کا اغوا اور پھر انھیں دوبارہ بسانے کا مسلہ، ان کی دل ہلا دینے والی داستانیں، خاص طور پر اہم ہیں۔"[۹]

دو قومی نظریے کی بنیاد پر ۱۹۴۷ کو ایک طرف پاکستان اور دوسری طرف انڈیا دو ممالک وجود میں آئے۔ اس تقسیم نے نئے مسائل کو جنم دیا۔ ایک کروڑ افراد اپنے صدیوں پرانے گھر بار چھوڑ اجنبی دیاروں میں پناہ کے لیے مارے مارے پھرتے رہے۔ مذہب کے نام پر لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ عورتوں کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ معصوم بچوں کو بے دردی سے مارا گیا۔ گھروں کو شعلوں کی نظر کر دیا گیا۔ اپنے بیگانے ہوگئے۔ آدمی انسانیت کی چھین گئی۔ جہالت اور تعصب کے شکار لوگ مذہبی جنون میں ایک دوسرے کے خون سے دامن رنگتے رہے۔ اس ساری صورتِ حال کے بارے میں ڈاکٹر واثق الخیر تحریر کرتے ہیں:

> "یہاں کے لوگوں نے اخوت و ہمدردی کے تمام اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر وحشت و بربریت اور جبر وستم کا جو مظاہرہ کیا اس کی مثال عالمی سطح پر کم سے کم تقسیم کے سانحے میں نہیں ملتا۔ بڑے پیمانے پر فرقہ ورانہ فسادات رونما ہوئے۔ ملک کی دونوں بڑی قومیں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ ان میں نفرت و عناد اور بغض و عداوت کے جذبات بھڑک اٹھے۔ امن و سکون کی جگہ دہکتے ہوئے شعلوں نے لے لی۔ لوگوں نے جی بھر کر انسانی خون سے ہولی کھیلی۔۔۔

ہندو پاک کی پوری زمین فسادات کی چنگاریوں سے جھلس گئی۔ دونوں قوموں کی مشترکہ تہذیب کا شیرازہ بکھر گیا۔ معاشرتی زندگی کا پورا ڈھانچہ تہس نہس ہو کر بحرانی کیفیت سے دوچار ہوا۔ لاکھوں خاندان اور افراد کو وطن چھوڑ کر

حجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔لوٹ کھسوٹ، نفرت ور قابت، دلوں میں پلنے والا انتشار، ناآسودگی، خاندان اور جائداد کا غیر مناسب بٹوارہ، دن دہاڑے گنڈہ گردی، عورتوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک، عصمت ریزی، بوڑھوں اور بچوں کا قتل عام جیسے انسانیت سوز مظاہرے ہوئے اور وہ اس قدر لرزہ براندام، روح فرسا اور مایوس کن تھے کہ ان کے سامنے تمام انسانی قدریں بھائی چارگی، اخوت و محبت، امن و آشتی اور صلح و مصالحت کے تعمیری حربے سب بے فائدہ اور لا حاصل ثابت ہونے لگے۔"(۱۰)

۱۹۴۷ کے بعد تمام اصنافِ ادب میں تقسیم ہند کے اثرات نظر آتے ہیں۔اردو فکشن میں افسانے کو بڑا فروغ ملا۔ تقسیم ہند کے پسِ منظر میں پیش آنے والے واقعات اور فسادات کو افسانہ نگاروں نے تاریخ کا حصہ بنا دیا۔سعادت حسن منٹو، ، بلونت سنگھ وغیرہ نے اس تناظر میں چونکا دینے والے افسانے لکھے جو ان کی انسان دوستی، امید اور حوصلہ مندی کے عکاس ہیں۔فسادات پر تحریر کیے گئے افسانوں میں انسانیت کا درد دکھائی دیتا ہے۔

"ان فسانوں میں پامال ہوتی زندگی، درندگی، حیاسوزی، وحشت و بربریت، خوف اور انسانی بے بسی و مجبوری کے لرزہ خیز مناظر کو سنسنی پیدا کرنے والے عناصر کے ساتھ ابھارا گیا۔ یہاں پہلی سطح پر سکہ بند ترقی پسند ادیب ہیں جنھوں نے غیر جانبداری اور انسان دوستی کا نعرہ لگایا اور موجود منظر نامے میں ایسے واقعات پر کہانی کی تعمیر کی جن سے اس نعرے کا بھرم قائم رہے۔اس حوالے سے کرشن چندر اور احمد ندیم قاسمی نمایاں ہیں۔دونوں نے شعوری طور پر انسان دوستی کی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ کشن چندر کے افسانوی مجموعے ، ہم وحشی،ہیں، میں شامل تمام افسانے جن میں ، پشاور ایکسپریس، بھی شامل ہے اور ندیم کا، پرمیشر سنگھ، اس فارمولائی انداز کے نمائندہ افسانے ہیں۔ ہر دو طرف زور اس بات پر ہے کہ انسان وحشی ہو کر بھی بہر حال انسان ہی رہتا ہے اور شدید تر حالات میں بھی اس کے اندر سے انسانیت ختم نہیں ہوتی۔"(۱۱)

اگر اردو ادب اور فسادات کے رشتے کی بات کریں تو فکر تونسوی کا رپورتاژ'' چھٹا دریا'' اپنے آپ میں ایک کرب نظر آتا ہے۔دلی کی بپتا ، یاخدا،' گڈریا''، جلاوطن''، یادوں کی کہانی''' جڑیں اور گرم ہوا''' خاک اور خون''' پنجر''' کھول دو''' ہم وحشی ہیں، جانور''' لاجونتی'' وغیرہ فکشن ہونے کے باوجود بھی ایک زندہ تاریخ نظر آتے ہیں۔اس کو ایک نئی اصطلاح میں تاریخی فکشن بھی کہہ سکتے ہیں۔

"برصغیر کی تقسیم ------ پاکستان میں اس صورت حال نے اردو افسانے پر گہرے اثرات مرتسم کیے۔ مثلاً پہلی بار ، ارض، کو قریب سے ، محسوس، کرنے کا میلان ابھرا جس کے نتیجے میں قریبی اشیا اور مظاہر--- درخت، پرندے، شہر، پہاڑ، دریا، نیز زمین اور کے اثمار، موسم اور اس کی چرہ دستیاں--- یہ سب افسانہ نگار کے تجربے میں سمٹ آتے۔ موجود کو جسم کی سطح پر محسوس کرنے کا یہی میلان کردار نگاری کے رجحان پر منتج ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ تقسیم کے باعث لاکھوں افراد نے نقل مکانی کی اور سارا معاشرہ ایک بحران میں سے گزرا جس کے باعث فرد کی ٹھہری ہوئی زندگی میں تلاطم آیا اور اس کے ایک ایسے ماحول سے باہر آکر جہاں وہ صدیوں سے رہ رہا تھا، ایک ایسی نئی اور نامانوس صورت حال سے نبرد آزما ہونا پڑا۔"(۱۲)

تقسیم کے تناظر میں منٹو کے شاہکار افسانے ہیں۔ان کے افسانوں میں فسادات کا موضوع چھیڑا گیا۔انھوں نے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ فسادات میں ایک عورت پر ہوئے اتیاچار کی داستان ایک گواہ کی طرح پیش کی ہے۔ان کے افسانہ محمودہ کی ہیروئن'' محمودہ'' جس کی شادی ایک شریف النفس انسان ''جمیل'' سے ہوتی ہے۔گھر والے شادی کے بعد وطن واپس چلے جاتے ہیں اور شادی کے کچھ سال بعد جب جمیل کی نامردانگی کھل کر سامنے آتی ہے اور محمودہ اپنے جسم کا دھندہ کرنا شروع کرتی ہے تقسیم ہند نے جہاں زندگیوں میں بڑے بڑے خلا بھر دیئے۔وہاں محمودہ ایک مرتبہ پھر کراچی کے ماحول میں ابھرتی ہے۔

منٹو نے فسادات پر افسانے لکھ کر انسان کا وحشی روپ ادب کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔اس ضمن میں ان کے افسانے '' موذیل، ٹھنڈا گوشت، کھول دو،ٹوبہ ٹیک سنگھ'' بہترین افسانے کہے جاسکتے ہیں۔ان کا افسانہ ''کھول دو'' دل دہلانے والا افسانہ ہے۔جب ایک مجبور باپ اپنی عزیز اور لخت جگر بیٹی کو فسادیوں کے پنجے سے بازیاب کروا لیتا ہے تو اس کی جان بچانے کی خاطر اس کو اسپتال میں بھرتی کیا جاتا ہے جہاں ڈاکٹر کسی سے کھڑکی کے بارے میں کہتا ہے کھول دو۔لفظ کھول دو کا سننا تھا کہ لڑکی نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے باپ کے سامنے اپنا شلوار کھول دیا۔یہ عمل ظہر کرتا ہے کہ لڑکی کو کس کرب سے گزرنا پڑا ہو ہوگا۔ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بشن سنگھ'' نے مرکزی کردار ادا کیا ہے مگر ایک اور طرف اشارہ ملتا ہے کہ بشن سنگھ کی بیٹی ،بیوی اور بہن پر کیا تاثرات پڑے ہوں گے جب ان کا قریبی رشتہ دار فسادات کی وجہ سے پاگل ہو گیا ہے۔

حیات اللہ انصاری کے افسانے'' ماں بیٹا،شکر گزار آنکھیں'' اس خونی حادثے کا کرب پیش کرنے میں کامیاب افسانے کہلاتے ہیں۔ان کے افسانے''شکر گزار آنکھیں'' کی دلہن جب فسادیوں کے ہاتھ لگ جاتی ہے تو دلہن باعصمت حالت میں موت کو گلے لگالیتی ہے۔اور یوں''شکر گزار آنکھیں'' فسادیوں کا شکریہ ادا کرتی نظر آتی ہیں۔اس افسانے میں ایک دلہن کے ذریعے فسادات کے دور میں ہونے والی شادیوں کا ذکر ملتا ہے۔

قدرت اللہ شہاب نے افسانوں کی بدولت عورت کا کرب پیش کیا ہے۔اردو افسانوں میں عورت کا کردار خصوصاً تقسیم کے بعد اہم رہا ہے۔کیوں کہ عورت ہر جگہ اور ہر دور میں مرد کی زیاتی کا شکار ہوتی ہے۔شہاب کا شاہکار افسانہ/ناولٹ '' یاخدا'' اس کی زندہ مثال ہے۔یہاں ''شمشاد''فسادات میں ایک اکیلی اور خوب صورت لڑکی کی تمام تر مجبوریاں بیان کرتی ہے۔کیوں کہ شمشاد فسادات کے ظلم سہتے سہتے آخر کار ارض موعود میں پہنچ جاتی ہے۔لیکن یہاں نئے مظالم اس کی راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ایک دفعہ پھر ستم کا شکار بنادی جاتی ہے۔''یاخدا''۱۹۴۷ کے فسادات پر لکھی گئی سب سے دل سوز اور پُر اثر تخلیق ہے ۔ اس افسانے کی تاثیر بہت بھیانک دکھائی دیتی ہے۔فسادات کی انتہا یہ تھی کہ ''دلشاد'' پر مکمل بے حسی طاری ہوجاتی ہے اور عصمت کے لُٹ جانے کے احساس سے اس کی روح مرجاتی ہے۔

کرشن چندر نے فسادات کے موضوع پر جو اہم افسانے قلم بند کیے ہیں ان میں ''آزادی سے پہلے، پشاور ایکسپریس، جانور، دوسری موت، ہم وحشی ہیں'' وغیرہ ہیں۔ بیدی نے بھی اپنے افسانوں میں کرداروں کے مختلف مسائل کو بیان کیا ہے۔ بے شک اس موضوع پر جتنا لکھا کمال کا لکھا ہے۔ ان کے شاہکار افسانہ ''لاجونتی'' کی اردو دنیا میں کوئی دوسری مثال نہیں ملتی ہے۔ اس میں بیدی نے ''لاجونتی'' کو اپنے شوہر سے دوبارہ ملنے اور اس کی ذہنی اور جذباتی زندگی کی کشمکش کو بیان کیا ہے۔ قاسمی نے فسادات پر ''میں انساں ہوں، چڑیل، پرمیشور سنگھ'' جیسے اہم افسانے لکھے ہیں۔ انھوں نے فسادات پر لکھ کر غیر جانب داری سے کام لیا ہے۔ وہ اس بات پر قائل نظر آتے ہیں کہ اچھے بُرے لوگ سماج میں رہتے ہیں جو نیکی اور بدی کی پہچان کراتے ہیں۔

بلونت سنگھ بھی ایک کامیاب افسانہ نگار تصور کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے ہر موضوع کی طرح فسادات پر بھی اہم افسانے لکھے ہیں۔ ان کے افسانے '' لمحے، ایک معمولی لڑکی، نیلا پتھر'' ان کے زندہ شاہکار ہیں۔ عصمت چغتائی نے جنسی موضوعات کے علاوہ فسادات پر بھی بہترین مضامین قلم بند کئے ہیں۔ ان کا افسانہ '' جڑیں'' بڑا اہم ہے۔ اشفاق احمد نے '' سنگ دل، اور گڈریا'' میں فسادات کو موضوع بنا کر ایک نئے رنگ میں چھیڑا ہے۔ ''سنگ دل'' میں پاکستان کی طرف سے بھیجے گئی ایک مغویہ کی سنگ دلی اور ہندوستان کی ''پمی'' کی ہمدردی کو اجاگر کیا ہے۔ مغویہ ہندوستان میں پھنسی لڑکیوں کو بازیاب کرنے میں کوئی پہل نہیں کرتا ہے اور خوب صورت لڑکیوں کو دیکھ کر ہوس کا شکاری بن جاتا ہے۔ جب ''پمی'' اس کی ناپاک حرکتیں دیکھتی ہے تو وہ خود خصوصاً اُس لڑکی کی بازیابی ک لیے کمر کستی ہے جس کے لیے پاکستان سے والدین کا خط آتا ہے۔ یہ افسانہ حقیقت پر مبنی ہے اور آج کل بھی فسادات کے ایام میں کچھ لوگ یہی غلط راہ اپناتے ہیں۔ ''سنگ دل'' کے برعکس ''گڈریا'' ایک منفرد افسانہ ہے جس کا موضوع بھی فسادات ہی ہے۔ جس میں ایک ہندو لڑکے کو اہم کردار دیا گیا ہے۔ وہ مسلم ثقافت سے اتنا لگاو رکھتا ہے کہ خود مسلم نوجوان بھی ایسی عقیدت سے محروم نظر آتے ہیں۔ اشفاق احمد بتانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان ثقافتی اعتبار سے اتنا بھی منقسم نہیں تھا، جس کا تاثر سیاست دانوں نے دیا تھا اور جس کی بنا پر تقسیم ملک کو ناگزیر جانا گیا تھا۔

ان افسانہ نگاروں کے علاوہ بھی متعدد افسانہ نگار ایسے تھے جنھوں نے اپنی تحریروں کو امر بنا دیا۔ ان میں سہیل عظیم آبادی کا'' اندھیرے میں ایک کرن''، اختر اورینوی کا''آج کل آج''، کشمیری لال ذاکر کا'' تخلیق''، اوپندر ناتھ اشک کا''ٹیبل لیمپ''، خواجہ احمد عباس کا''سردار جی، میں کون ہوں؟، انتقام، خدیجہ مستور کا افسانہ'' مینو لے چلا بابلا'' وغیر اہم ہیں۔ فسادات کے موضوع پر تاریخی افسانوں کی ایک بڑی تعداد ملتی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے بعد تقسیم ہند نے ہی افسانہ نگاروں کو غذا فراہم کی تھی اور انہوں نے دل کھول کر اس موضوع پر نہ صرف لکھا بلکہ ایک تحریک کی طرح اس موضوع کو تاریخ کا حصّہ بنا دیا۔

" یہ افسانے پر ایسا دور تھا جب حقیقت نگاری عروج پر تھی۔ ------ منٹو، کرشن، ندیم، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور اور راجندر سنگھ بیدی ایسے ہی نام ہیں جو اسلوب میں ایسی قدرت رکھتے تھے کہ نا صرف واقعات کو ان کی گہرائی میں جا

کر دیکھ سکتے تھے بلکہ انتہائی جذبات واحساسات کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی اتر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عہد کا کوئی بھی قابل ذکر افسانہ نگار ایسا نہیں ہے جس نے تقسیم ہند اور فسادات کا موضوع نہ بنایا ہو۔"(۱۳)

افسانہ نگاری کی حقیقت اپنی جگہ لیکن ناول میں زیادہ وسعت ہوتی ہے۔ ناول سماج میں پیش آنے والی تبدیلیوں کا زیادہ بہتر اظہار کر سکتا ہے۔ ناول اپنے زمانے کی حقیقی زندگی اور طور طریقوں کی تصویر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے تقسیم کے بعد اردو ناول نے بھی ایک نیا موڑ لیا۔ نئے ملک میں ادیبوں کے سامنے نئے مسائل تھے۔ ادبی رجحانات میں تبدیلی کی سماجی بنیاد موجود تھی۔ ہر ادیب نے انسان دوستی کی وجہ سے سماجی حالات کو کڑی تنقید کی نظر سے دیکھا۔ ہر ایک کے تخیل میں ایک مثالی معاشرے کا تصوّر تھا جس کی بنیاد پر ادبی منظر نامہ کے ذریعے پرکھ کی جاتی ہے۔

تمام ادبی اصناف اپنے زمانے کے افراد رویوں کی عکاسی کرتی ہیں لیکن فکشن میں یہ خصوصیت زیادہ واضح طور سامنے آتی ہے۔ فکشن میں بھی مختصر افسانہ اپنی محدود طوالت اور دیگر ہیئتی تقاضوں کی بنا پر زیادہ تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دیگر عالمی زبانوں کی طرح اردو فکشن نگاری میں بھی ناول ہی ایسی واحد صنف نثر کے طور پر سامنے آتا ہے جو اپنے عصر کی صورتِ حال کو اس کی تمام تر جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹ سکتا ہے۔ آزادی کے بعد ناول نگاروں نے اپنی تخلیقات میں تقسیم ہند، فرقہ وارانہ فسادات، نقل مکانی اور دیگر مسائل کو اجاگر کیا۔ ۱۹۴۷ سے قبل اُردو ادب پر ترقی پسند تحریک کا غالب تھی۔ اس تحریک نے زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ اردو کے ادیب بھی اپنے ماحول کے بارے میں شعور حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اس وجہ سے قیام پاکستان کے بعد کی تخلیقات ادبی لحاظ سے بڑی اہم ہیں۔ ان میں ہماری تاریخ کے ان مٹ نقوش ملتے ہیں۔ اس عہد کا ادیب اپنی تنقیدی بصیرت سے اپنے عہد کی بنیادی حقیقتوں اور سچائیوں کو منظر عام پر لاتا ہے۔

۱۹۴۷ میں ہندوستان سے بر طانوی سامراج کا خاتمہ ہو گیا اور بھارت اور پاکستان کے نام سے دو الگ مملکتیں وجود میں آئیں۔ اس دور میں تحریر شدہ اردو ناولوں کا سب سے بڑا موضوع تقسیم ہند اور فسادات ہے۔ فسادات کا المیہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نقطۂ نظر کے اختلاف کی وجہ پیش آیا۔ متحدہ ہندستان میں جب بر طانوی سامراج سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدو جہد کا آغاز ہوا تو مسئلہ یہ تھا کہ بر طانیہ اقتدار کس کو منتقل کرے۔ ہندو اسے اپنا حق سمجھتے تھے اور مسلمان اپنا۔ اسی نقطہ نظر نے اختلاف کا بیج بویا اور ہندوؤں کے انتہا پسندانہ طرز عمل نے جلد ہی اس کو ایک تناور درخت بنا دیا۔ چناں چہ مسلمانوں نے اپنی بقاء کے لیے الگ وطن کا مطالبہ کیا۔ جو پاکستان کی صورت میں انجام پذیر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تقسیم کا عمل شروع ہوا تو نفرتوں کا الاؤ بھڑک اٹھا۔ قتل و غارت گری، املاک و اموال کی تباہی، اغوا، عصمتوں پر حملے، غرض ایسے درد ناک اور ہوش ربا واقعات پیش آئے کہ چشم تصور سے ان کا اندازہ محال ہے۔ دونوں طرف کثیر تعداد میں لوگوں نے ہجرت کی اس دوران میں اخلاق اور انسانی قدروں کی پامالی کے دل دوز مناظر دیکھنے میں آئے۔ فسادات کے اس المیے کے ادب پر بھی اس کے اثرات پڑنا ایک لازمی امر تھا۔ یوں نئے ملک کے بعد بہت

سے ناولوں میں فسادات کے واقعات کو موضوع بنایا گیا۔ان ناولوں میں اگرچہ فسادات کے المناک مناظر اور انسانی بے بسی اور بے چارگی کو موضوع بنایا گیا لیکن فنی اعتبار سے معیاری نہ تھے۔اس لیے ناول محض جذباتی عکاسی اور وقتی تاثر کی چند موہوم سی تصویریں بن کے رہ گے۔"اس موضوع پر جنگ اور امن جیسے ناول کی بات تو ایک طرف رہی کوئی" امراؤ جان ادا "کوئی" ٹیڑھی لکیر" کوئی" ایسی بلندی ایسی پستی" جیسے معیار کی چیز بھی سامنے نہ آ سکی"۔(۱۴)

اسی عہد میں ناول نگاری کی دوسری جہت تاریخی ناول ہیں۔اس موضوع پر متعدد ناول لکھے اور اسلامی تاریخ کے مختلف واقعات کو کہانی کا روپ دیا گیا۔"یہ شرر کی قائم کردہ ہند مسلم ثقافتی روایت کی ہی ایک طرح سے تجدید تھی لیکن فنی لحاظ سے ایک کمتر اور تاثر کے لحاظ سے ایک بے اثر اور بیزار کردینے والی یکسانیت کی شکل میں"۔(۱۵)

پاکستان میں ناول نگاری کی تیسری جہت جو سامنے آئی وہ تقسیم ہند کے پس پردہ محرکات ، ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت، مختلف تہذیبی اور سماجی رویوں اور قیام پاکستان کے بعد کے ابتدائی منظر نامے سے متعلق ہے۔اس طرح کے ناولوں میں کچھ نے بہت شہرت حاصل کی اور فنی اعتبار سے بھی یہ ناول عمدہ مانے گئے۔

" برصغیر میں ، انسانوں کا ایک نیا طبقہ پیدا ہوا۔یہ مہاجر اور تارکین وطن تھے۔یہ ایک خاص ذہنی کیفیت اور ناسٹلجیا کے مارے ہوئے انسان تھے ، جنہیں سیاست اور تاریخ نے بانٹ دیا تھا ، جو برصغیر کے دونوں طرف ، ہندوستان اور پاکستان میں پھیل گئے۔یہ حالات کے تحت ایک خاص مزاجی کیفیت کے انسان بن گئے۔۔۔برصغیر میں یہ انتقال مکانی اور ناسٹلجیا ، انسانوں کا ایک نیا مزاج اور ایک نئی دنیا تعمیر کرتے ہیں۔۔۔ دونوں ملکوں میں پہلے فسادات ہوتے ہیں جن میں انسانوں کی بیرونی دنیا مجروح ہوتی ہے اور پھر یہ جذباتی اور نفسیاتی مسئلوں میں گرفتار ہو کر ساری عمر ناسٹلجیا کا شکار رہتے ہیں"۔(۱۶)

'میرے بھی صنم خانے' کا پس منظر ہندو مسلم فسادات ہیں لیکن مصنفہ نے اس کو براہ راست موضوع بنانے اور محض جذباتی عکاسی کی بجائے کہانی کے پردوں میں سلیقے سے بیان کیا ہے ۔

"ان ناول کی سب سے بڑی خوبی داستان سرائی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی مسلمانوں خصوصاً اودھ کے مسلمانوں لینڈ یڈ ارسٹوکریٹ طبقے یعنی مسلمان جاگیرداروں اور تعلقہ داروں کا اپنے آبائی وطن سے اجڑ کے نئی سرزمین پاکستان نقل مکانی ہے"۔(۱۷)

"سفینہ غم دل" ۱۹۵۲ کو تخلیق ہوا۔اس میں بھی تقسیم کے حالات و واقعات اور نتائج کا ذکر ہے۔فنی اعتبار سے یہ ناول "میرے بھی صنم خانے" سے زیادہ پختہ ہے۔"آگ کا دریا" ایسا ناول ہے جسے غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔یہ ناول ہندوستان کی اڑھائی ہزار سالہ تاریخ کو اپنے اندر سمیٹتا ہے۔

خدا کی بستی میں اس معاشرے کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جو قیام پاکستان کے بعد تشکیل پا رہا تھا۔شہری زندگی کے مسائل اور مختلف سیاسی ، سماجی اور معاشی الجھنوں اور نظریاتی وابستگیوں کی تصویر کشی بڑی ہنر مندی سے کی گئی ہے۔خدا کی بستی میں سماجی عکاسی کے حوالے سے فاروق عثمان لکھتے ہیں:

"تہذیبی اور ثقافتی قدروں کا بحران، جھوٹ ، منافقت اور زر پرستی کو جس سطح پر لے آیا ہے اس ناول میں اس سماجی زندگی کی عکاسی بڑے بھر پور انداز میں ملتی ہے۔پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے تباہی اور آشوب کی نا دیدہ قوتیں کشاں کشاں ایسے راستوں پر لے جاتی ہیں جہاں ایک المیہ ناول کے کرداروں کا منتظر کھڑا ہوتا ہے"۔(۱۸)

اداس نسلیں میں ایسے طبقوں کی عکاسی کی گئی ہے جو یا تو انگریزوں سے تعاون کر کے خوشحالی کی راہ پر گامزن تھے اور یا مخالفت کی راہ اختیار کر کے مشکلات اور مصائب میں مبتلا تھے۔مصنف نے فلسفیانہ انداز میں اس سارے عمل کا جائزہ لیا ہے جو تقسیم ہند سے قبل ہندوستانی معاشرے میں جاری تھا۔

"اداس نسلیں ہندوستان کی سیاسی کشمکش کی پوری تاریخ ہے اور یہ سیاست کے ساتھ ساتھ اردو کے ناولوں کی کہانیوں کی بھی پوری تاریخ ہے یعنی اس میں اردو کے اوّلین ناولوں میں سے ابن الوقت کی کہانی سے لے کر " آگ کا دریا "تک سبھی کہانیوں کا نچوڑ ملتا ہے"۔(۱۹)

محمد احسن فاروقی ’کے ناول شام اودھ ‘میں اودھ کی تہذیب و معاشرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔شرر اور سرشار کے بعد یہ ناول اودھ کے مٹتے ہوئے تمدن اور زوال آشنا تہذیبی نقوش کی عمدہ تصویر سامنے لاتا ہے۔اس ناول میں واقعات کا تسلسل فطری ہے اور کردار نگاری بھی خوب ہے۔یہ ناول اس تہذیب کو آشکار کرتا ہے جو اب یہ بالکل ناپید ہو چکی ہے۔

خدیجہ مستور نے " آنگن " لکھا۔اس ناول کا کچھ دورانیہ تقسیم ہند سے پہلے اور کچھ ذرا بعد کا ہے۔" آنگن " میں تحریک پاکستان کے دوران ایک خاندان کی الجھنوں اور پریشانیوں اور بالآخر قیام پاکستان کی وجہ سے اس میں تقسیم کا عمل دکھایا گیاہے۔ناول کے پسِ منظر میں جدو جہد آزادی ہے۔مصنفہ کا کمال یہ ہے کہ سیاست سے گہرے تعلق کے باوجود اس ناول کو سیاسی یا دستاویزی ناول نہیں بننے دیا۔

یہ وہ ناول ہیں جنہیں ثقہ ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیااور فنی و فکری اعتبار سے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا لیکن مندرجہ بالا مصنفین کے کچھ ناول ایسے بھی ہیں جن کا تذکرہ تو کیا جاتا ہے لیکن وہ اپنی پہچان اور انفرادیت قائم رکھنے میں کسی قدر ناکام رہے۔ان تخلیقات میں خدیجہ مستور کا ناول " زمین " شوکت صدیقی کا " جانگلوس " عبداللہ حسین کا " باگھ " اور احسن فاروقی کے ناول " آبلہ دل کا "اور " سنگم " شامل ہیں۔ظہورِ پاکستان کے بعد کے تخلیق کیے گئے ناول پر اعجاز راہی تحریر کرتے ہیں۔

"پاکستان کی تشکیل کے بعد کی تیس سالہ تاریخ میں ناول کے حوالے سے جو چند نام سامنے آتے ہیں اُن میں قرۃ العین حیدر، شوکت صدیقی، عبداللہ حسین، عزیز احمد، رضیہ فصیح احمد، خدیجہ مستور، رشیدہ رضویہ، جمیلہ ہاشمی اور ابھی ابھی انتظار حسین، مستنصر حسین تارڑ اور انیس ناگی کا نام بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔"(۲۰)

تقسیم ہند کے بعد لکھی گئی فکشن بالخصوص ناول فسادات اور نئے سماجی ماحول کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہے۔ حصہ اول کے ناول شدید جذباتی ہیں۔ یہ ناول مہاجرین کی کرب ناک داستانوں کو پیش کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے ناولوں میں فسادات کی جذباتی تصویر کم نظر آتی ہے۔ یہ ناول تقسیم کے محرکات، کانگریس اور مسلم لیگ کا کردار، ہندوں اور سکھوں کا مسلمانوں سے سلوک اور مہاجرین کے مسائل کی تفاصیل سمیٹتے ہوئے ہیں۔

ایم۔اسلم ناول کا "رقصِ ابلیس" بھی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ناول ۱۹۴۸ میں شائع ہوا۔ اس میں آزادی کشمیر کی جھلک ، مسلمانوں پر ہندوں اور سکھوں کے مظالم بیان کیا ہے۔ مہاجرین کی آبادکاری کے سلسلے میں سرکاری ملازمین کے رویوں کی بے مروتی بھی ہے۔ مہاجرین میں بھی کچھ مفاد پرست اور بدفطرت لوگ موجود تھے جو لالچ، ہوس اور خود غرضی میں اندھے ہو چکے تھے۔ وہ نہ صرف حکومت بلکہ مظلوم مہاجرین کے لیے بھی مصیبت کا باعث بن جاتے ہیں۔ ایم اسلم کو پڑھا جائے تو سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ہاں خلوص، لگن، مذہبی لگاو اور انسانوں کی بہتری کے لیے لگاتار کوششیں کرنا ہیں۔

قیس رام پوری نے تین ناول تحریر کیے۔ "خون" ۱۹۴۸ "آبرو" 1959 اور "فروس" ہیں۔ "خون" میں تحریک پاکستان کے مختصر پسِ منظر میں مختلف افراد کے نظریات کی کشمکش نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ ہجرت کی دردناک صورت حال، قافلوں کا لٹنا اور پاکستان میں پناہ گزین کا نئے سرے سے آباد ہونا جیسے مسائل کو اجاگر کیا۔ دوسرا ناول فردوس میں نہ صرف فسادات کی تصویر کشی کی گئی ہے بلکہ فسادات کے اسباب و عمل کا تجربہ بھی کیا گیا ہے۔ اُن کا تیسرا ناول "آبرو" ایک قانون کی کہانی ہے۔ اس ناول میں ایک آبرو کی دکھ بھری داستان تفصیل سے پیش کی گئی ہے۔ جو قیام پاکستان میں مقیم کیمپوں میں رہنے والے لوگوں کے رویوں کی حقیقی جھلک دکھاتا ہے۔ تقسیم کے بعد ناول نگاری میں فسادات کی کہانی کے ساتھ ہجرت کا کرب اور ماضی پرستی جیسے موضوعات سامنے آئے۔

" قرۃ العین حیدر، عبداللہ حسین، شوکت صدیقی، خدیجہ مستور، انتظار حسین اجوگندر پال اپنے سے بڑی عمر کے ناول نگاروں کی طرح اقدار کے زوال و انہدام کے نوحہ گر ہیں۔ جہاں کشن چندر اور شوکت صدیقی وکٹورین انداز میں زوال اوع انہدام کی دستاویزی صورت گری کرتے ہیں، قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین اپنے اپنے انداز میں انسانیت کی بنیادی صورت حال کا رزمیہ لکھتے ہیں۔"(۲۱)

رئیس احمد جعفری نے چار ناول لکھے۔ اس میں حصولِ پاکستان کے دوران مسلمانوں کا جوش و خروش سکھوں اور ہندوں کی بے رحمی، مسلمانوں پر تشدد اور منصوبہ بندی سے قتل و غارت گری کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اُن کے ناول "پچاس ہزار عورتیں" میں عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بیان کیا گیا ہے۔ ہزاروں عورتیں بے آبرو ہوئیں۔ کئی عورتوں کو سکھوں اور ہندوئوں نے تبدیلی مذہب پر مجبور کیا۔ عورت کے ساتھ غیر انسانی سلوک اس عہد کے انسانوں کا وطیرہ بن چکا

تھا۔ محمد شریف نسیم حجازی اسلامی اور تاریخی ناول نگاروں میں بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کا ناول خاک وخون فسادات کے موضوع پر ہے۔ یہ ناول ۱۹۴۹ کو شائع ہوا۔ ان کے علاوہ فکر تونسوی کے ناول چھٹا دریا میں ہند مسلم فسادات کے واقعات کو بیان کیا ہے۔

المختصر قیام پاکستان انسانی سماجی تاریخ کا ایک اچھوتا واقعہ تھا جس میں زندگی اور ثقافت ایک بے نام سفر کی گرد میں اٹ کر رہ گئی۔ اس بے نام سفر کو کبھی فسادات، کبھی غنڈہ گردی اور کبھی ہجرت کا نام دیا گیا۔ ہماری فکشن نگاروں نے اپنے مافی الضمیر کو تخلیقات اور کتنے ہی پیرایوں میں ادا کیا۔ سب لوگ فسادات کی واردات سے ہٹ کر انسان دوستی اور ثقافت پسندی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھے۔ اس دور میں لکھاریوں نے چھوڑی ہوئی تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی اقدار کا اعادہ محض جنتِ گم گشتہ کے سوگ میں نہیں کیا تھا۔ اس عہد کے ادب میں اکثریت ان تحریروں کی تھی جن میں ماضی کی قدروں کے سرمائے کو مستقبل کے شریف آدمی اور سلجھے ہوئے معاشرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔

## حوالہ جات


۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، نیا ادب اور تہذیبی اکائی مشمولہ '' پاکستانی ادب '' ( جلد پنجم ) مرتبین، رشید امجد، فاروق علی، ایف۔جی سر سید کالج، راولپنڈی، جنوری، ۱۹۸۶، ص ۴۶۰-۴۵۹

۲۔ ابوالخیر کشفی، سید ادب اور قومی شعور، ' مشمولہ '' پاکستانی ادب '' ( جلد اوّل ) مرتبین، رشید امجد، فاروق علی، ایف۔جی سر سید کالج، راولپنڈی، مئی، ۱۹۸۱، ص ۴۹۳

۳۔ مولوی عبد الحق، ڈاکٹر، دی اسٹنڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۸۵، ص ۳۹۶

۴۔ شان الحق حقّی، آکسفورڈ اردو ڈکشنری، آکسفورڈ پریس، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۵۷۸

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۸، ص ۳۸۷

۶۔ ارتضی کریم، ڈاکٹر، اردو فکشن کی تنقید، فضلی بکس، کراچی، ۱۹۹۷، ص ۲۱

۷۔ حنیف فوق، پاکستانی ادب کے چند گوشے، ' مشمولہ '' پاکستانی ادب '' ( جلد اوّل ) مرتبین، رشید امجد، فاروق علی، ایف۔جی سر سید کالج، راولپنڈی مئی، ۱۹۸۱، ص ۶۱۷

۸۔ بلراج کومل، بیسویں صدی میں اردو ناول، مطبوعہ بیسویں صدی میں اردو ادب، مرتب، گوپی چند نارنگ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۳۴

۹۔ عقیل احمد '' اردو ناول اور تقسیم ''موڈرن پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۷، ص ۸

۱۰۔ واثق الخیر، ڈاکٹر، اردو ناولوں میں خاندانوں کا بدلتا منظر نامہ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی ۲۰۱۵، ص ۱۲۹

۱۱۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اردو افسانہ ( بیسویں صدی کی ادبی تحریکوں اور رجحانات کے تناظر میں )، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۷، ص ۲۰۲

۱۲۔ وزیر آغا، پاکستان میں اردو افسانہ، مطبوعہ، اردو افسانہ روایت اور مسائل، مرتب، پروفیسر گوپی چند نارنگ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۵۰۶

۱۳۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۷، ص ۳۰۱

۱۴۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، اردو ناول میں مسلم ثقافت، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۳، ص ۲۷۸

۱۵۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، اردو ناول میں مسلم ثقافت، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۳، ص ۲۷۹

۱۶۔ محمد عقیل، سید، جدید ناول کا فن (اردو ناول کے تناظر میں)، نیا سفر پبلی کیشنز، الہ آباد، ۱۹۹۷، ص ۱۲۱-۱۲۰

۱۷۔ شہزاد منظر، پاکستان میں اردو ناول کے پچاس سال، مشمولہ، گندھارا، راولپنڈی، ص ۲۹۷

۱۸۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، اردو ناول میں مسلم ثقافت، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۰۳، ص ۳۱۰

۱۹۔ خاطر غزنوی، جدید اردو ادب، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۵، ص ۱۴

۲۰۔ اعجاز راہی، پاکستان میں اردو ناول، ' مشمولہ " پاکستانی ادب " ( جلد اول ) مرتبین، رشید امجد، فاروق علی، ایف۔ جی سر سید کالج، راولپنڈی، مئی، ۱۹۸۱، ص ۶۶۰

۲۱۔ بلراج کومل، بیسویں صدی میں اردو ناول، مطبوعہ بیسویں صدی میں اردو ادب، مرتب، گوپی چند نارنگ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۱۳۵